مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ

قسط ۳

حقانیہ سے ازہر تک

پانچ بجے کے قریب شام کو، وفد کو لے جانے والی گاڑی "مدینۃ البعوث الاسلامیہ" کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ مدینۃ البعوث الاسلامیہ جامعہ ازہر کے طلباء کے لئے ایک عالیشان ہوسٹل ہے۔ عباسیہ کے سیکٹر میں واقع ہے۔ اور ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہزار مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ چالیس عمارات (بلڈنگ) پر مشتمل ہے۔ ہر ایک بلڈنگ میں ایک سو طلبہ آسانی سے رہ سکتے ہیں، گویا پورے ہوسٹل میں چار ہزار طلبہ کی گنجائش ہے۔

قانوناً ہر ایک طالب علم کو ایک ایک کمرہ مستقل دیا جاتا ہے۔ چارپائی، میز، کرسی، اور ایک بستر ہوسٹل کی جانب سے طالب علم کو دیا جاتا ہے۔ طلبہ کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مختلف یوٹیلٹی سٹور ہوسٹل کے اندر بنائے گئے ہیں۔ ایک خوبصورت مسجد کے علاوہ دفاتر، مستشفیٰ (ہسپتال) بحث و مباحثہ کے لئے کمرے لائبریری، کیفے ٹیریا اور مہمان خانہ ہوسٹل کے اندر بنایا گیا ہے۔ انتظامی امور کے لئے ہوسٹل کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جب کہ جملہ امور کی نگرانی مشرفِ عام یعنی نگران اعلیٰ کرتا ہے۔ پولیس پارٹی کا ایک سٹیشن بھی ہوسٹل کے اندر قائم ہے۔ اس کے علاوہ غیر ملکی طلبہ کی سہولت کے لئے وزارتِ داخلہ کی ایک برانچ بھی خصوصی طور پر یہاں قائم ہے۔ ہوسٹل کی چاردیواری کے اندر، طالب علم پر پڑھنے، مطالعہ کرنے یا نماز پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں۔ طالب علم کو بالکل آزاد چھوڑا گیا ہے۔ البتہ یہ پابندی ضرور ہے کہ غیر متعلقہ اشخاص کسی طالب علم کا مہمان ہی کیوں نہ ہو ہوسٹل کے اندر نہیں جا سکتے۔

استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جب مصر تشریف لائے تو انتظامیہ سے خصوصی اجازت لے کر آپ نے ہوسٹل دیکھا۔ ہمارا سفر اور جانا چونکہ جامعہ ازہر کی دعوت پر تھا اس لئے جامعہ ازہر کے اجمالی تذکرہ کے بغیر یہ سفر یقیناً نامکمل رہے گا۔

تعارف جامعہ ازہر | جامعہ ازہر دنیا کی وہ عظیم یونیورسٹی ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایک ہزار سال سے زائد مدت کی عظیم تاریخ کی حامل ہے۔ صدیاں گذرنے کے ساتھ ساتھ جامعہ ازہر تعلیمی میدان کے نشیب و فراز کے دور سے گذرتی رہی۔ عروج اور تنزل کی مدارج کو طے کیا۔ آج ازہر کے ایک ایک ستون سے

حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ، جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ، علامہ مقریزی المتوفی ۸۴۰ھ اور مشہور مورخ علامہ ابن خلدون المتوفی ۸۰۲ھ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جامعہ ازہر کا ہر کونہ اور جملہ در و دیوار ایک مستقل تاریخ ہے یہاں کی ہر ایک اینٹ اور پتھر نے علم و دانش کی عظیم شخصیتوں سے دید و ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

جامعہ ازہر کی ابتداء جامعہ ازہر کی ابتداء فاطمی خاندان کے دورِ حکومت میں ہوئی۔ یہ وہی حکمران خاندان ہے جس نے شمالی افریقہ اور مصر پر ۲۹۷ھ سے لے کر ۵۶۷ھ تک حکومت کی۔ اس خاندان نے عباسی حکمرانوں کے ہاتھوں سخت مصیبتیں جھیلی تھیں۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں نے مصر میں جب آنکھ کھولی تو اس وقت ملکی حکمرانی میں مذہب کو کافی دخل تھا۔ فاطمیوں نے موقع غنیمت سمجھ کر اپنے شیعہ مذہب کے لئے ایک مرکز کھولا جس کا نام "الازہر" رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ "الازہر" کے اس وجہ تسمیہ میں بھی انہوں نے مذہب پرستی کا ثبوت دیا۔ عقیدت کی بنا پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف اس کی نسبت کی۔

فاطمیوں کی آمد سے قبل اگرچہ قاہرہ میں "جامع عمرو بن العاص"، "مسجد العسکر" اور "مسجد طولون" جیسی عظیم الشان مساجد آباد تھیں لیکن شیعہ مذہب کی خدمت ان کو یہاں ہرگز نظر نہ آئی۔ چنانچہ ان کی آمد کے فوراً بعد ۲۴ جمادی الاول ۳۵۹ھ میں "الازہر" کی بنیاد رکھی گئی۔ دو سال کی قلیل مدت میں پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے بعد ۱۷ رمضان ۳۶۱ھ کو باقاعدہ نماز جمعہ سے ابتداء کی گئی۔ بنیاد رکھتے وقت ان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ دنیا کی ایک عظیم یونیورسٹی ہو بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسجد کے محراب و منبر سے شیعہ مذہب کی آواز بلند ہو۔ لیکن رفتہ رفتہ الازہر بجائے ایک مسجد کے تعلیمی ادارہ میں منتقل ہو گیا۔

۳۶۵ھ کو صفر کے مہینے میں "المعز لدین اللہ الفاطمی" کے دور میں یہاں پر درس کا باقاعدہ افتتاح ہوا قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن النعمان المغربی (جو بقول ابن خلدون کے کان من اھل العلم والفقہ والدین تھے) نے فقہ کی کتاب "الاقتصار" کا درس دیا۔ بعد ازاں علمی حلقوں کا اہتمام کیا گیا۔ یعقوب بن کلس کے مشورہ سے خلیفہ عزیز نے علماء کے لئے تنخواہیں مقرر کیں۔ ۳۷۸ھ میں مسجد کے ساتھ طلبہ کے لئے کچھ کمرے بنوائے گئے۔ اور ۳۵ طلبہ کے لئے حکومت کی طرف سے وظائف مقرر کئے گئے۔

۴۰۰ھ حاکم بامر اللہ نامی خلیفہ نے مسجد کی عمارت کی تجدید کرائی۔ اور مصارف کے لئے ایک سو ستاسٹھ (۱۶۷) دینار منافع کا سالانہ جائیداد وقف کی۔ امراء و سلاطین کی ان خصوصی نگہداشت سے ازہر کا بیرونی دنیا سے تعارف ہوا جس کے نتیجہ میں دور دور سے تشنگان علم و معرفت نے ازہر کی راہ لی۔

ازہر دورِ عباسیہ میں دو سال تک ازہر نے شیعہ مذہب کی خوب ترویج اور خدمت کی لیکن ۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۱ء میں مصر پر جب دوبارہ عباسی خلافت قائم ہوئی اور صلاح الدین ایوبی نے اقتدار پر قبضہ کر لیا تو اس نے ازہر

کی تقدیر بدل ڈالی ۔ فاطمین کی تمام تمناؤں کو خاک میں ملا دیا ۔ بیک حکم شیعہ مذہب کے تمام اقدامات ختم کر دئے ۔ شیخ صدرالدین عبدالملک بن درباس الشافعی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا ۔ جو شیعہ مذہب کے مفروضی عقائد سے خوب کھیلا ۔ شافعی المذہب ہونے کی وجہ سے فقہ شافعی کی رو سے ایک گاؤں میں تعدد نماز جمعہ مرخص نہ ہونے کی وجہ سے قاضی موصوف نے "مسجد الحاکمی" کی وسعت کے پیش نظر نماز جمعہ بند کر دی ۔ اور یہ اعلان کیا کہ آئندہ کے لئے نماز جمعہ صرف "مسجد الحاکمی" میں پڑھی جائے گی ۔ "الازہر" میں نماز جمعہ بند کرانے کے بعد ازہر پر ترقی کی راہیں بند ہو گئیں ۔

عباسی خاندان نے اہلسنت والجماعت کی فقہ کو خصوصی اہمیت دی ۔ ازہر کے مقابلہ میں اہل سنّت والجماعت کے لئے فقہی سکول کھولے گئے ۔ چنانچہ فقہ شافعی کے لئے " مدرسہ ناصریہ " اور "مدرسہ صلاحیہ " فقہ مالکی کے لئے " مدرسہ قمصیہ " اور فقہ حنفی کے لئے " مدرسہ سیوفیہ " کھول دیا گیا اور بڑے فیاضانہ انداز میں ان مدارس کی خدمت کی گئی ۔ ان خصوصی توجہات کی وجہ سے ازہر پر جمود کا دور طاری ہوا ۔ عام لوگوں کی نظر میں ان سرکاری مدارس پر مرکوز ہوئیں ۔ لیکن پھر بھی ازہر کو ایک درسگاہ کی حیثیت حاصل رہی ۔ تاہم شیعہ مذہب کی جگہ اب یہاں سے اہلسنت والجماعت کے مذہب کی آواز بلند ہونے لگی ۔

ازہر مملوکی دور میں | ایک سو سال جمود کے اس دور سے گذر کر سلطان المملوکی الظاہر س البندقداری جب برسر اقتدار آئے تو انہوں نے الازہر پر خصوصی توجہ دی ۔ سب سے پہلا اقدام جو اس نے الازہر کی بہتری کے لئے کیا ۔ وہ نماز جمعہ کی بحالی ہے ۔ چنانچہ ۸ ربیع الاول ۶۶۵ ھ کو آپ نے دوبارہ نماز جمعہ الازہر کی جامع مسجد میں شروع کرائی ۔ مشہور مورخ علامہ قصریزی ان اقدامات پر قلم اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

> " پرانی آبادی کی تجدید کی گئی ۔ چھت کو درست کر کے دوبارہ سفیدی کا بندوبست کیا گیا ۔ قرآن وحدیث اور فقہ کے درس کا باقاعدہ انتظام کیا گیا ۔ غصب شدہ جائیدادوں کی واپسی کے علاوہ اور بھی بہت سی جائیداد وقف کی گئی ۔ اور ازہر کا ایک نیا دور شروع ہوا ۔"

سقوط اندلس کے بعد علماء اور فضلاء ازہر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ بہت ہی جلد کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ بحال ہو گئی اور ایک مختصر وقت میں علماء و فضلاء کا ایک جم غفیر ازہر میں جمع ہو گیا ۔ طلبہ اور فضلاء کے پیش نظر (کثرت کے پیش نظر) مزید کچھ جائیدادیں بھی وقف کی گئیں ۔

ازہر کا دور جدید | اگرچہ ازہر پر علماء و فضلاء کا تانتا بندھا رہا ۔ لیکن قدیم طرز تعلیم کی وجہ سے کوئی منظم تعلیمی پروگرام نہیں تھا ۔ طالب علم کی ترقی اس کی ذاتی قابلیت اور محنت پر مبنی رہتی ۔ استاد ایک ستون کے قرب وجوار میں بیٹھ کر شاگردوں کو درس دیتا ۔ کسی شاگرد سے سال بھر میں بطور امتحان میں کوئی باز پرس نہ ہوتی ۔ حوصلہ افزائی کے لئے کوئی خاص

انتظام نہیں تھا۔ وقتی مصالح کی بنا پر اگرچہ بعض علوم کے اخراج و ادخال کا سلسلہ جاری رہتا۔ لیکن تعلیمی انتظام ۱۸۷۲ء تک جوں کا توں رہا۔

آخرکار "خدیو اسماعیل" کے دور میں نظام تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی۔ جس کا تمام تر سہرا شیخ محمد العباسی المہدی کے سر ہے جس نے شیخ الازہر اور مفتی کے عہدہ پر رہ کر اس کی طرف خاص توجہ دی۔ مالکی، شافعی، اور حنفی مسالک سے دو دو جید علماء کے کر چھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جو طلبہ کی تعلیمی سرگرمیوں کے لئے ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔ کمیٹی طلبہ سے امتحان لے کر کامیاب ہونے پر سند دیتی۔ لیکن سند کی کوئی خاص وقعت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر طلبہ امتحان سے غیر حاضر رہتے۔ بے رخی کے اس ماحول کو ختم کرانے کے لئے جدید علوم کے اضافے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ازہر کے ایک ملکی طاقت ہونے کی وجہ سے کوئی یہ جرأت نہیں کرسکتا تھا کہ علوم قدیم کی جگہ علوم جدیدہ کو داخل کرائے۔ مرحوم محمد عبدہٗ نے اس کے لئے بار بار کوشش کی لیکن ماحول کی ناسازگاری کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکے۔ ۱۳۰۵ھ میں شیخ الازہر شیخ محمد انبابی اور مفتی مصر شیخ محمد بنّا سے فتویٰ جواز لینے کے باوجود بھی کوئی خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے۔ آخرکار "مجلس الاعلیٰ للازہر" کے قیام کے بعد جدید خیالات کے لئے راہ ہموار ہوئی۔

۱۹۳۰ء میں شیخ محمد الاحمدی الظواہری کی کوششوں سے ازہر میں ایک منظم تعلیمی پروگرام شروع ہوا۔ ابتدائی، ثانوی اور عالی درجات میں نظام تعلیم تقسیم ہوا۔ جس کی رو سے ایک طالب علم کے لئے درجہ عالیہ تک پہنچنے کے لئے چار سال ابتدائی میں، پانچ سال ثانوی میں لگانے پڑتے۔ ۱۹۳۶ء میں ایک قانون کی رو سے دراسات علیا (ایم اے اور پی ایچ ڈی) کے درجوں کا اضافہ کیا گیا۔

۱۹۶۱ء میں حکومت نے ایک قانون پاس کرکے شیخ الازہر کو "امام الاکبر" کا درجہ دے دیا۔ دن بدن اصلاحی کوششوں کی بدولت ازہر نے جامع مسجد کی جگہ ایک "جامعہ" کی شکل اختیار کی۔

آج جامع ازہر میں انتالیس کالج ہیں۔ جس میں اٹھائیس لڑکوں اور گیارہ لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ۱۹۸۶ء کی رپورٹ کے مطابق ازہر سے ایک لاکھ بیس ہزار طلبہ و طالبات کا رشتۂ تلمذ ہے۔ چار ہزار طلبہ کا تعلق دنیا کے پچاس ممالک سے ہے اور غیر ملکی ہونے کی حیثیت سے تعلیم پا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا کے ستر مختلف ممالک میں ازہر کی مبعوثین کام کر رہے ہیں۔

بہرحال گیٹ پر چند پاکستانی طالب علموں نے بڑی گرمجوشی سے ہمارے وفد کا استقبال کیا۔ حب ملت کے جذبہ سے سرشار معماران قوم وملت کی محبت کی وجہ سے بڑے خوش نظر آرہے تھے۔ مصافحہ اور معانقہ میں یہ تاثر دلا رہے تھے کہ کئی مدتوں کے بچھڑے ہوئے آج مل رہے ہیں۔ پاکستانی دوستوں کی رفاقت اور استاد عبدالمنعم کی رہنمائی میں ہم لوگ "عمارہ واحدہ" یعنی پہلی نمبر عمارت میں پہنچ گئے۔ یہ عمارہ مسجد کے شمال میں بالکل قریب واقع ہے دیگر

عمارات کی طرح اس میں بھی غیر ملکی طلبہ رہتے تھے۔ ضرورت کے پیش نظر انتظامیہ نے یہ عمارہ ائمہ اور خطباء کے لئے مخصوص کی تھی۔ ہمارے پہنچنے سے قبل کچھ مصری خطباء وائمہ اور افریقہ کے کچھ دوست پہنچ چکے تھے۔ عمارت کا اکثر حصہ بھر گیا تھا۔ دستور کے مطابق اگرچہ ہر کمرے میں صرف ایک طالب علم رہتا تھا لیکن شرکا رکورس اس قانون سے مستثنیٰ تھے۔ چنانچہ کورس والوں میں سے ہر کمرے میں دو دو کو ٹھہرایا گیا تھا۔ معلوم نہیں کہ اس فرق وامتیاز رکھنے کے لئے کونسے اسباب وعوامل تھے؟ چھوٹے کمرے اور صفائی کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ دوستوں کو پسند نہ آئی۔

اٹھارہ اور انیس گریڈ کے ان سرکاری خطباء کے پروٹوکول کا خیال نہیں رکھا گیا۔ بلکہ عام طالب علموں کی طرح ان کو بھی ان کمروں میں رکھا گیا۔ بادل نخواستہ اپنی پسند کے ساتھی سے مل کر دو دو ساتھی الگ الگ کمروں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں وہ شعلہ بیان مقرر بھی تھے جو بیک آواز انقلاب برپا کر سکتے تھے۔ لیکن "مجبوری کا نام شکریہ" خاموش رہ گئے۔ یہ وہ وقت تھا جہاں کسی احتجاج سے کوئی نتائج برآمد نہیں ہو سکتے تھے اور نہ کسی پر رعب یا دباؤ ڈالا جاسکتا تھا۔ رہنے سہنے کے ناموافق انتظامات کو دیکھ کر سفری تھکاوٹ بھول گئے۔ ہر ایک متحیّر اور متفکر نظر آرہا تھا بڑے بڑے دوستوں سے سنا گیا کہ کاش اگر ہمیں یہاں کی یہ حالت معلوم ہوتی تو ہم یہاں آنے کے لئے اس کورس کا نام بھی نہ لیتے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ صدائیں ان ساتھیوں کی زبان سے بلند ہوئیں جو اونچے خیالات لے کر جا رہے تھے۔ اس پریشان کن کیفیت میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار "قہر درویش بر جان درویش" کی صورت پیش آمدہ کی وجہ سے صبر ہی کرنا پڑا۔

مؤتمر المصنفین کی علمی وتحقیقی
اور
عظیم تاریخی پیشکش
دفاعِ امام ابو حنیفہؒ
پیش لفظ ___ جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق
تصنیف ___ مولانا عبدالقیوم حقانی رفیق مؤتمر المصنفین واستاد دارالعلوم حقانیہ
___ جس میں ___
حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی
سیرت وسوانح ___ درس وافادہ ___ علمی وتحقیقی کارنامے ___ تدوین فقہ وشرائع
قانونی کونسل کی سرگرمیاں ___ محدثانہ جلالت قدر ___ دلچسپ مناظرے ___ حجیت اجماع
وقیاس پر اعتراضات کے جوابات ___ حنفی تاریخ کے حیرت انگیز واقعات ___
نظریۂ انقلاب وسیاست ___ وصایا اور نصائح ___ فقہ حنفی کی قانونی حیثیت وجامعیت
___ اور ___
تقلید واجتہاد کے علاوہ قدیم وجدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے جو علماء، طلباء، خطباء
قانون دان، مبلغین، سکول وکالج کے طلبہ واساتذہ، دینی مدارس کے مدرسین، مصنفین، علمی وتحقیقی
اور مطالعاتی اداروں اور عام لکھے پڑھے احباب کیلئے یکساں طور پر مفید اور ایک گرانقدر علمی تحفہ ہے
معیاری کتابت، بہترین طباعت، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائیٹل
صفحات ۳۵۲ قیمت ۲۵ روپے
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)